آدھی صدی کا سفر

مکرم عرفان احمد خان صاحب۔ جرمنی

چک 88 میں احمدیوں کی اجتماعی رہائش گاہ

جرمنی میں احمدیوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اور ان کے لئے رہائش گاہوں کی تلاش سب سے بڑا چیلنج تھا۔ ایک تیسری بلڈنگ جو ہجرت کرنے والے احمدیوں کے لئے پناہ گاہ بنی وہ Sachsenhausen میں بلڈنگ نمبر 88 تھی جو اس قدر مشہور ہوئی کہ عرفِ عام میں اسے چک 88 کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس چارمنزلہ بلڈنگ کے فلیٹس میں احمدیوں کا داخلہ کس طرح ممکن ہوا اس کا ذکر نہ کرنا بھی احسان فراموشی ہو گی۔ اس بلڈنگ میں دو احمدی نوجوان (مکرم چوہدری عبدالحمید بھلر صاحب اور مکرم چوہدری عطاء اللہ سیال صاحب) جو جولائی 1973ء میں جرمنی آئے تھے رہائش پذیر تھے۔ وہاں کراچی کے ایک دوست مکرم رفیع زماں صاحب اپنی جرمن بیگم کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کا تعلق اسمٰعیلی فرقہ سے تھا۔ اس بلڈنگ کے ہاؤس ماسٹر ہونے کے ناطے مشکل وقت میں وہ پاکستانیوں کے کام آتے۔ دونوں احمدی دوستوں نے مکرم رفیع زمان صاحب کو راضی کر لیا کہ نئے آنے والے احمدی اس بلڈنگ میں سماتے رہیں۔ چنانچہ ایک ایک کمرے میں اتنے احمدی رہائش پذیر ہوئے کہ بعض اوقات کمرے کا دروازہ کھولنا مشکل ہو جاتا۔ احمدیوں نے ان کے اس احسان کو یاد رکھا اور احمدیوں کی اکثریت نے ان کو پاکستانی ایسوسی ایشن جرمنی کا صدر منتخب کروا دیا۔ مکرم رفیع زماں صاحب جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ میں نے ان کو تعصب سے پاک اور انتہائی ہمدرد انسان پایا۔ انہوں نے پاکستانی ایسوسی ایشن کی طرف سے کارواں نام سے رسالہ جاری کیا اور میرے برادر اکبر مرحوم سلمان احمد خان صاحب کو کارواں کا پہلا مدیر مقرر کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ رفیع زماں صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، آمین۔

جو نئے لوگ اس بلڈنگ میں آتے ان کی خدمت کا بار مکرم چوہدری عطاء اللہ سیال صاحب اور مکرم چوہدری عبدالحمید بھلر صاحب نے نہایت خوش دلی سے اٹھایا۔ اب تو عطاء اللہ سیال صاحب بھی مرحوم ہو گئے۔ زمیندارانہ تمدّن رکھتے تھے لیکن بہت دریادل تھے۔ ان کے والد مکرم چوہدری شاہ محمد سیال صاحب کزن تھے حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے۔ جبکہ چوہدری عبدالحمید بھلر صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کے ماموں کے بیٹے اور چوہدری فتح محمد صاحب سابق نائب امیر لاہور کے چچازاد بھائی ہیں۔ مکرم عبدالحمید بھلر صاحب آج کل Bad Soden جماعت کے ممبر ہیں۔ ان کے والد مکرم چوہدری رحمت علی بھلر صاحب قصور کے اہم زمیندار اور مخلص احمدی تھے۔ چک 88 کے نام سے مشہور ہونے والی اس بلڈنگ میں آنے والوں کا بازو بننے والوں میں مکرم خواجہ ادریس احمد صاحب، مکرم سخاوت احمد صاحب، مکرم مسرور احمد باجوہ صاحب، مکرم طاہر محمود کاہلوں صاحب، مکرم منور احمد باجوہ صاحب کے نام اب بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔

اسائلم کی درخواست کا طریق کار

اس زمانہ یعنی 1975ء میں اسائلم کا صرف ایک مرکزی دفتر تھا جو نیورن برگ کے قریب Zirndorf میں تھا۔ مرکزی دفتر اب بھی وہاں ہی ہے لیکن ساتھ ہر صوبہ میں یہ نظام Bundesamt für Asyl und Migration کے نام سے کام کر رہا ہے۔ 1975ء میں فرانکفرٹ وہ واحد شہر تھا جہاں کا Auslanderbehörde (غیر ملکیوں کو ویزا جاری کرنے کا دفتر) اسائلم کی درخواست پر رہائش کا ویزا جاری کر دیتا تھا۔ دوسرے شہروں کی انتظامیہ Zirndorf کی راہ دکھا دیتی تھی۔ وہاں کچھ عرصہ اسائلم کیمپ میں رہنا پڑتا، اس دوران اس کی مستقل ٹرانسفر کا فیصلہ ہوتا۔ پھر جس شہر اس کو بھجوایا جاتا وہاں کی انتظامیہ اس کو ویزا جاری کرنے، رہائش اور خوراک کی ذمہ دار ٹھہرتی۔ فرانکفرٹ وہ واحد شہر تھا جہاں ویزا پاسپورٹ پر لگتا۔ باقی تمام جرمنی میں سرکاری چھپے کاغذ پر ویزا جاری کیا جاتا جس پر ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جلد ہی ویزا جاری کرتے وقت متعلقہ محکمہ پاسپورٹ اپنے پاس رکھنے لگا۔ پھر پورے ملک کی بجائے ضلع (Landkreise) کا ویزا جاری ہونے لگا۔ اپنے ضلع سے باہر پکڑے جانے کی صورت میں جرمانہ کیا جاتا۔ بعض شہروں میں پولیس ایف آئی آر (Anzeige) درج کرتی اور عدالت میں پیشی بھگتنی پڑتی۔ اس صورت میں عدالت جرمانہ کا فیصلہ کرتی۔ وقت کے ساتھ ساتھ سختیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ وہ وقت بھی آیا کہ اجتماعات اور جلسہ سالانہ کے موقع پر مرکز سے انعقاد کا کنفرمیشن خط جاری کیا جاتا جو دکھا کر احباب اجازت لے کر متعلقہ تقریب میں شامل ہوتے۔ ان دنوں تین رستوں سے احباب جرمنی آ رہے تھے۔ جب تک جرمنی پاکستانی پاسپورٹ کے لئے ویزا فری کنٹری رہا سب سے محفوظ راستہ یہی تصوّر کیا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ سکینڈے نیوین ممالک سے آنے والے ہیمبرگ کے مشن ہاؤس میں آ کر ٹھہرتے جہاں مکرم ملک منصور احمد عمر صاحب مرحوم مبلغ سلسلہ لوگوں کی ہمت بندھواتے اور ان کو نیورن برگ روانہ کرتے۔ جن لوگوں نے پہلا قدم ہیمبرگ

کی سرزمین پر رکھا ان کی اکثریت کو Zirndorf نے واپس ہیمبرگ بھجوا دیا۔ ایک تیسرا راستہ مشرقی برلن سے مغربی برلن میں داخل ہونے کا تھا جس میں برلن سے Zirndorf جانے اور پھر وہاں سے اصل جگہ ٹرانسفر ہونے میں بہت عرصہ لگتا جس سے لوگ تنگ پڑ جاتے۔ اس ساری کارروائی کے دوران فرانکفرٹ مشن کو مرکزی حیثیت حاصل رہی اور ہر جگہ کے لوگ فرانکفرٹ مشن سے رابطہ میں رہتے۔ جب فرانکفرٹ شہر کی انتظامیہ نے محسوس کیا کہ یہاں رش بڑھ رہا ہے تو انہوں نے بھی لوگوں کو Zirndorf بھیجنا شروع کر دیا جہاں سے لوگ پورے جرمنی میں بھجوائے جاتے تھے۔ اس طرح ملک کے طول و عرض میں احمدی گھرانے آباد ہونے لگے۔

مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب کی آمد

ابھی فرانکفرٹ میں لوگوں کی آمد جاری تھی کہ اچانک مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب عارضی قیام کے لئے فرانکفرٹ تشریف لے آئے۔ ان کی تقرری بطور مشنری نیویارک کے لئے ہوئی تھی۔ پاکستان میں جماعتی حالات کو دیکھتے ہوئے کہ کہیں NOC ملنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے امریکن ویزا کا جرمنی میں انتظار کرنا زیادہ مناسب خیال کیا گیا۔ اب یہاں ان کے پاس کوئی آفیشل ڈیوٹی تو تھی نہیں۔ انہوں نے فرانکفرٹ اترنے والے مہاجرین کی مدد کرنے کی ٹھان لی۔ ان کی جرمن زبان میں مہارت کا بہت فائدہ ہوا۔ وہ ہر ضرورت مند کی ترجمانی کرنے کے لئے ساتھ چل پڑتے۔ پولیس کا محکمہ ہو، روزگار کی اجازت دینے کا دفتر، وکیل غرض ان کے شب و روز اس کام کے لئے وقف تھے۔ پردیس میں اجنبی ماحول میں مکرم مسعود جہلمی صاحب کی موجودگی ایک خدائی مدد ثابت ہوئی۔ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب اسائلم اور دفتری امور میں مصروف تھے تو مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب فیلڈ میں لوگوں کے ہم قدم بنے ہوئے تھے۔

جرمنی میں مہاجرین کی آمد سے پہلے سے موجود چند احمدی ان دو سینئر تجربہ کار مبلغین کی راہنمائی میں ڈیوٹیاں دینے کی توفیق پا رہے تھے۔ ابھی تک نہ تو عدالتوں میں تاریخیں پڑنا شروع ہوئی تھیں اور نہ ہی لوگ اس کیفیت سے گزرنے کے احساس سے واقف تھے۔ جرمنی میں اپنے اس عارضی قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مکرم جہلمی صاحب نے اپنے پرانے جرمن تعلق داروں سے ملاقاتیں کر کے تعلقات کو از سر نو تازہ کیا جس کے فوائد کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب چند ماہ کے قیام کے بعد امریکہ سدھار گئے لیکن قدرت نے ان سے احمدیوں کی جرمنی میں آبادکاری کے حوالہ سے جو فیصلہ کر رکھا تھا اس کا عملی اظہار چند سال بعد ان کے بطور مشنری انچارج جرمنی میں تقرر کے بعد دیکھنے کو ملا اور بلاشبہ اس کام کی تکمیل میں انہوں نے جان کی بازی لگا دی جس کی تفصیل اسی مضمون میں اپنے وقت پر ضبطِ تحریر میں آئے گی۔

Bundesamt میں بیان

جن احمدیوں کے جرمنی میں قیام کے ابتدائی ویزے لگ جاتے وہ روزگار کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتے۔ سب ہی لوگ اس گھڑی سے ناواقف تھے جو امتحان بن کر ان کے سروں پر منڈلانے والی تھی۔ ابھی جرمنی میں چند ماہ گزرے تھے کہ Zirndorf میں موجود اسائلم کے مرکزی دفتر Bundesamt سے روز کی بنیاد پر بلاوے آنے شروع ہو گئے جہاں کورٹ میں سنگل جج بیان ریکارڈ کرتا اور ان وجوہات تک رسائی حاصل کرتا جو اسائلم کے لئے درخواست کا موجب بنیں۔ پھر دیئے گئے بیان پر جرح کرتے وقت دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کی کوشش کرتا۔ جن کی باری شروع میں آئی ان کے بیانات میں گھبراہٹ کا عنصر شامل تھا البتہ جلد ہی لوگوں پر واضح ہو گیا کہ بیان کیا اور کس ترتیب سے دینا ہے اور ان کے بیان پر ہونے والی جرح کے جواب میں کیا طریق اختیار کرنا ہے۔ اس طریق کار سے گزرتے وقت لوگوں کو سمجھ آئی کہ دراصل ہم نے کس بھٹی میں قدم رکھا ہے۔ جب یہاں سے سلامت نکل آئے تو پھر روشن مستقبل کی امید کی جا سکتی ہے۔ اب تک جرمنی میں اسائلم کے قانون کا استعمال سیاسی بنیادوں پر ہو رہا تھا۔ جبکہ احمدیوں کے اسائلم کی بنیاد مذہبی تفریق اور اس کے نتیجہ میں پہنچنے والے جانی، مالی، معاشی اور تعلیمی نقصان پر تھی۔ جس کی مذہب سے لگاؤ نہ رکھنے والے انسان کے لئے کوئی اہمیت نہ تھی۔

جو لوگ Bundesamt میں بیان دے کر آ رہے تھے ان میں اکثریت جج کے رویہ اور خصوصاً بیان پر کی جانے والی جرح سے نالاں تھی۔ اس سے ہجرت پر مجبور بے سروسامان مہاجرین کا پریشان ہو جانا ایک فطری عمل تھا۔ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب اپنی جگہ پریشان تھے کہ اگر اسائلم کی درخواست مسترد ہونی شروع ہو گئیں تو اس صورت کا مقابلہ کس طرح کرنا ہے۔ بیان کی غرض سے Zirndorf جانے والا ہر احمدی مکرم انوری صاحب کو دعا کے لئے کہہ کر رخصت ہوتا۔ نور مسجد میں سرِ شام یار دوست سر جوڑ کر بیٹھ جاتے اور اپنے احمدی بھائی کو دلاسہ دینے کے ساتھ ساتھ پروٹوکول کی تیاری بھی کرواتے۔ ان دنوں نور مسجد میں کیے جانے والے سجدوں سے اٹھنے والی آہ و بکا کی فلم کبھی ذہن کے پردے پر چلنی شروع ہو جائے تو آج کی جرمن جماعت پر خدا کی طرف سے نازل ہونے والے فضلوں سے موازنہ کروں تو ہستی باری تعالیٰ اور قبولیتِ دعا پر یقین اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ از صفحہ 48

والدین کے خدمت گزار اور تمام رشتہ داروں سے شفقت کرنے والے تھے۔ غرباء کی مالی امداد میں پیش پیش رہتے تھے۔ تقریباً 48 سال کویت میں مقیم رہے۔ گزشتہ چھ سال سے اپنے بچوں کے پاس جرمنی میں مقیم تھے۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ مکرم طاہر احمد صاحب جماعت Hilden کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ 13 فروری کو مسجد مریم Mülheim an der Ruhr میں مکرم شاہد احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ 19 فروری کو Friedhof Lindenheide میں تدفین ہوئی جس سے قبل مکرم وسیم احمد سجاد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(سمیر عزیز، Hilden)